Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities

(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English
ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)
Home Page: http://www.arjish.com
Approved by HEC in "Y" Category
Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan
Website: www.arjish.com

Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020
This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International License

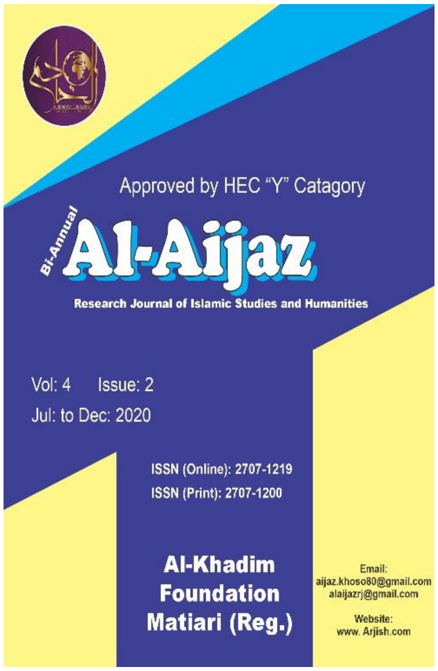

TOPIC:

The literal and syntactic discussions in Tafseer Zia ul Quran. (A scientific and research-based review)

AUTHORS:

1. Muhammad Siddique, Ph.D Research Scholar, Department of Uloom Islami Kuliya Mariful Islamiya, Federal Urdu Univesity, Abdul Haq Campus Karachi.
Email: muhammadsiddique70eb@gmail.com
2. Hafiz Muhammad Sani, Director Sirat Chair, President Department of Quran o Sunnah, Federal Urdu Uniersity, Karachi.
3. Bukht Shiad, Research Scholar, Department of Uloom Islami, Federal Urdu University, Abdul Haq Campus Karachi. Email: bakhtshiad@gmail.com

How to cite:

Siddique, M., Sani, H. M., & Shiad, B. (2020). U-9 The literal and syntactic discussions in Tafseer Zia ul Quran (A scientific and research-based review). *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities*, *4*(2), 153-151.
https://doi.org/10.53575/u9.v4.02(20).135-151
URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/152

QR Code

Vol: 4, No. 1 | January to June 2020 | Page: 135-151

Published online: 2020-12-06

تفسیر ضیاء القرآن میں لغوی و نحوی مباحث کا علمی و تحقیقی جائزہ

The literal and syntactic discussions in Tafseer Zia ul Quran. (A scientific and research-based review)

Muhammad Siddique*
Hafiz Muhammad Sani**
Bukht Shiad***

Abstract
The Qur'an is the Word of the guidance. To understand the Qur'an and to get guidance from it, its interpretation is required. One of the main sources of interpretation is literal and syntactic discussions. The Companions have also used it during the interpretation of the Holy Quran. Every notable commentator in his book considers literal interpretation of unique words and syntactic discussion in compound words. Due to lack of Arabic understanding in the Indian subcontinent, Urdu commentators pay little attention to the literal and syntax. But Pir Mohammed Karam Shah al-Azhari has paid special attention to this. Pir Muhammad Karam Shah Al Azhari performs literal research of difficult and unique words in the Quran and makes it simple and appealing. In Zia-ul-Quran, Peer Muhammad Karam Shah Al-Azhari has beautifully solved the difficult places of the syntax only in such a way that the eloquence regarding the syntax of that place was made clear and the knot was opened. From this, the eloquence in reference to the syntax became clear. The basis of this article is the literal and syntactic discussions in Tafseer Zia ul Quran. A brief introduction of the commentary Zia-ul-Quran in this scientific and research-based review and mentions its merits and characteristics. The literal and syntax explain the literal and terminological connotations and their usefulness. Some examples of literal and syntactic discussions are quoted from Zia ul-Quran. The compilation of this research thesis is accomplished with the consultation of modern and old resources, and the books on this topic.
Keywords: Literal, syntax, interpretation, eloquence, commentators, Zia ul Quran

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے۔ یہ ہر طرح سے انسان کے لئے باعث رحمت و برکت، باعث مغفرت و ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ یہ برائیوں سے بچاؤ، آلام و مصائب سے چھٹکارا، امن و سکینت کا ذریعہ اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہ کتاب تا قیامت انسانیت کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اسی پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں سربلندی اور آخرت میں کامیابی کا حصول ممکن ہے۔ قرآن مجید سے رہنمائی کے لئے اس کی تفسیر و تشریح کی ضرورت ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنے اقوال و افعال اور عملی زندگی سے آیات قرآنیہ کی تفسیر و تشریح فرمائی۔ گویا کہ قرآن مجید کے مفسر اول حضور ﷺ اور پہلی تفسیر حدیث رسول کریم ﷺ ہے[1]۔
صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں جتنا قرآن مجید سیکھا، اس کو پوری دیانت، امانت اور صحت کے ساتھ تابعین ؒ تک منتقل کر دیا[2]۔

* Ph.D Research Scholar, Department of Uloom Islami Kuliya Mariful Islamiya, Federal Urdu Univesity, Abdul Haq Campus Karachi.
Email: muhammadsiddique70eb@gmail.com
** Director Sirat Chair, President Department of Quran o Sunnah, Federal Urdu Uniersity, Karachi.
*** Research Scholar, Department of Uloom Islami, Federal Urdu University, Abdul Haq Campus Karachi. Email: bakhtshiad@gmail.com

زمانہ کے ہر بدلتے دھارے کے ساتھ قرآنی آیات کا ایک نیا روپ سامنے آتا ہے اور حقانیت قرآن ثابت ہو رہی ہے۔ بدلتے زمانے کے ساتھ اس کے فکری تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ہر دور کی علمی شخصیات نے ان فکری تقاضوں کے پیش نظر اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے عربی اور فارسی کے علاوہ اپنی مقامی زبانوں میں تفاسیر لکھیں۔ برصغیر پاک و ہند میں اردو زبان کی ترقی کے بعد متعدد تفاسیر لکھی گئی۔ اس میں ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے تفسیری خدمات انجام دیں۔ ویسے تو ان مفسرین کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ جن میں چند مشہور تفاسیر یہ ہیں:

" اہل سنت کے چند مشہور مفسرین میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کی "تفہیم القرآن" چھ جلدوں میں۔ یہ وہابی عقائد کی ترجمان ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی "ضیاء القرآن" پانچ جلدوں میں۔ اس میں مسلک اعلیٰ حضرت کو ترجیح دی گئی ہے۔ مفتی محمد شفیع عثمانی کی "معارف القرآن" آٹھ جلدوں میں ہے۔ اس تفسیر میں دیوبندی مسلک کو اجاگر کیا گیا ہے۔ شیخ امین احسن اصلاحی کی "تدبر القرآن" نو جلدوں میں ہے۔ اس میں انہوں نے ادب جاہلیت کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اور احمد فراہی کی فکر کی تابع ہے۔[3]

اہل تشیع علماء کی چند مشہور اردو تفاسیر یہ ہیں:

عربی اور فارسی زبان میں علماء اہل تشیع کی بہت سے تفاسیر موجود ہیں تاہم یہاں پر صرف چند اردو تفاسیر کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ترجمہ و تفسیر مولانا مقبول احمد صاحب، ترجمہ و تفسیر مولانا فرمان علی صاحب، ترجمہ و تفسیر مولانا ادیب اعظم ظفر حسن امروہوی صاحب، تفسیر عمدۃ البیان، تفسیر انوار النجف، ترجمہ و تفسیر امداد حسین کاظمی، ترجمہ و تفسیر مولانا محسن علی نجفی۔

ان کے علاوہ اور بہت سی تفاسیر ہیں کہ جو تفسیر موضوعی یا پھر ترتیبی یعنی قرآن کریم کے سوروں یا آیات کے اعتبار سے تحریر ہوئی ہیں چونکہ وہ غالباً پورے قرآن کی تفسیر نہیں ہیں بلکہ بقدر ضرورت آیات یا سوروں کی تفاسیر ہیں اس لیے ان کے ذکر کی ضرورت محسوس نہیں کی جا رہی۔[4]

ہر مفسر کا ایک خاص اسلوب ہوتا ہے جو اسے دیگر مفسرین سے ممتاز کرتا ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن کا خاص وصف جو اسے دیگر مفسرین سے ممتاز کرتا ہے۔ اس کی لغوی و نحوی مباحث ہے۔ زیر نظر مضمون میں ہمارا موضوع پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تفسیر ضیاء القرآن میں لغوی و نحوی مباحث ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن کی اس اہم خصوصیت کا جائزہ لینے سے قبل پیر محمد کرم شاہ الازہری اور تفسیر ضیاء القرآن کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا مختصر تعارف:

" پیر محمد کرم شاہ الازہری کی پیدائش 21 رمضان المبارک 1336ھ بمطابق یکم جولائی 1918ء بھیرہ ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے ہوا۔ محمدیہ غوثیہ پرائمری اسکول کا آغاز 1925ء میں ہوا۔ آپ اس کے پہلے طالب علم ہیں۔ 1936ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول بھیرہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ علوم عربیہ و دینیہ کی تعلیم متعدد اساتذہ سے حاصل کی۔ حدیث کی تعلیم سید محمد نعیم

الدین مراد آبادی سے حاصل کی۔ دورۃ حدیث کے بعد آپ نے 1945ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی-اے کا امتحان پاس کیا۔ 1951ء میں مزید تعلیم کے لئے جامعہ ازہر مصر چلے گئے۔ مصر میں آپ نے ساڑھے تین سال قیام کیا اور 1954ء میں وطن واپس آکر تدریسی و تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف ہوگئے۔ 19 مئی 1998ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کو آپ کے والد کے پہلو میں دفن کیا گیا ہے۔"[5]

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے زندگی کے ہر شعبے میں خدمت انجام دیں۔ لیکن دو شعبوں میں ان کی خدمات نمایاں ہیں۔ ایک یہ کہ 1957ء میں آپ نے اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ محمدیہ غوثیہ کی نشاۃ ثانیہ کی۔ جن میں جدید علوم کو علوم دینیہ کے ساتھ متعارف کرایا۔ اس نصاب کے کے اس وقت دنیا میں تقریباً 200 شاخیں کام کر رہی ہیں۔ دوسرا بڑا کام تصنیف و تالیف کا ہے۔ جس میں متعدد موضوعات پر آپ کی تحریریں موجود ہیں۔ آپ کی چند مشہور تصانیف "تفسیر ضیاء القرآن"، "ضیاء النبی ﷺ"، سنت خیر الانام ﷺ، مقالات ضیاء الامت اور ضیائے حرم میں سر دلبراں کے عنوان سے لکھے گئے اداریے ہیں۔

تفسیر ضیاءالقرآن...... مختصر تعارفی جائزہ

"تفسیر ضیاءالقرآن" لکھنے کے اسباب میں سے ایک یہ تھا کہ چوہدری غلام رسول (پبلشر زار دو بازار لاہور) نے آپ سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ "اللہ تبارک و تعالٰی نے آپ کو علم و عمل کی دولت سے نوازا ہے۔ آپ قرآن کریم کی تفسیر لکھیں۔ ہماری کمپنی بہترین انداز میں اسے شائع کرنے کا اہتمام کرے گی۔"[6]

آپؒ نے احباب سے مشورہ کے بعد اس ذمہ داری کو قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۲۹ فروری ۱۹۶۰ء کو باقاعدہ اس کا آغاز کیا۔ تقریباً انیس سال کے عرصے میں اس کی تکمیل ہوئی۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے الفاظ ہیں:

"اپنے کریم و رحیم اور عزیز و حکیم پروردگار پر توکل کرتے ہوئے یہ نحیف و ضعیف مسافر جس منزل کی جانب یکم رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ بروز شنبہ (29 فروری 1960ء) روانہ ہوا تھا۔ اپنے کریم و رحیم اور عزیز و حکیم پروردگار کی توفیق سے آج بتاریخ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ بروز خمیس (23 اگست 1979ء) اس منزل پر اس ساعت سعید میں پہنچا۔"[7]

تفسیر ضیاءالقرآن ابتداء میں تین جلدوں میں چھاپنے کا منصوبہ تھا۔ ابتدائی دو جلدیں جو چوہدری غلام رسول نے شائع کی تھیں ان کے متعلق قارئین کی دلچسپی کم تھی۔ اس کی وجوہات میں اس کی طباعت اور عدم دستیابی تھی۔ اس لئے پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اپنے رفقاء کی مشاورت سے ضیاءالقرآن پبلی کیشنز کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کے مقاصد میں تفسیر ضیاءالقرآن کی از سر نو طباعت بھی تھی۔

موجودہ تفسیر ضیاءالقرآن پانچ جلدوں اور ۳۵۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ضیاءالقرآن پبلی کیشنز نے انتہائی خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے۔ تفسیر ضیاءالقرآن اپنے ظاہری حسن اور معنوی خوبیوں کی حامل تفسیر ہے۔

تفسیر "ضیاءالقرآن" کی خصوصیات و امتیازات:

"تفسیر ضیاءالقرآن" بے شمار خصوصیات و امتیازات کی حامل کتاب ہے۔ اس کا مطالعہ نہ صرف قرآنی حقائق و معارف کے نئے نئے پہلوؤں

سے آگاہ کرتا ہے بلکہ فاضل مفسر کی دقت نظر، خیر خواہی امت اور سوز دروں بھی مہیا کرتا ہے[8]۔

اس کی خوبیوں میں ایک اہم خوبی اس کا منفرد ترجمہ ہے جو لفظی اور بامحاورہ ترجمہ کا حسین امتزاج ہے۔ تفسیر کا انداز بڑا شستہ، معتدل اور اثر انگیز ہے۔ کتاب کی ابتداء میں بلند پایہ مقدمہ اور مختلف مقامات کے نقشوں سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ مفسر ضیاء القرآن نے آیات کی تفسیر میں امت مسلمہ کو درپیش مسائل کی نشان دہی کی ہے اور اس کے حل کے لئے صحیح راہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔ اس تفسیر میں زندگی کے تمام مباحث پر بڑے مدلل انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ مستند حوالوں کے ساتھ اس کو قابل بھروسہ بنایا گیا ہے۔ یہ تفسیر اردو ادب کی ایک شاہکار ہے جس میں تصوف کی چاشنی ہے اور امت مسلمہ کے اتحاد کی دعوت ہے۔

تفسیر ضیاء القرآن کی اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں جہاں دلائل توحید پر بڑی واضح بحثیں ملتی ہیں وہاں عظمت رسالت بھی اپنی پوری رعنائی کے ساتھ موجود ہے۔ اس تفسیر میں محبت رسول ﷺ کی خوشبو بھی رچی بسی ہے اور شان صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بھی ہے۔ جدید اور قدیم مفسرین کی تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس میں آیات قرآنی، احادیث مبارکہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ کے اقوال دیکھ کر اس کے تفسیر بالماثور ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ بیضاوی اور قرطبیؒ کی طرح نحوی تحقیق موجود ہے تو فقہی مسائل پر بھی بات کی ہے اور آلوسی اور مظہری کی طرح تصوف کا رنگ بھی نظر آتا ہے۔ جدید تحقیقات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ گویا کہ "تفسیر ضیاء القرآن" عصر حاضر کی ایک مستند اور جامع تفسیر ہے جس سے امت مسلمہ کی ایک کثیر تعداد استفادہ کر رہی ہے۔ لیکن ایک خوبی جو اسے اپنی ہم عصر تفاسیر میں نمایاں کرتی ہے وہ اس کی لغوی و نحوی مباحث ہے۔

تفسیر ضیاء القرآن میں لغوی و نحوی مباحث کا مزید جائزہ لینے سے قبل "لغۃ" اور "نحو" کے معنی و مفہوم کا جائزہ لیتے ہیں۔

لفظ "لغۃ" کا مفہوم

علامہ زبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں:

اللغة: اللسن، و حدها انها (اصوات يعبر بها كل قوم عن اغراضهم)-

و قال غيره: هو الكلام المصطلح عليه بين كل قبيل، فعلة من : لغوت ، اى: تكلمت-[9]

القاموس الوحید میں وحید الزماں کیرانوی لکھتے ہیں:

اللغۃ: زبان (وہ آوازیں جن کے ذریعہ اقوام عالم اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتی ہیں) ہر قوم کا خاص تعبیری مجموعہ الفاظ۔[10]

"لغت" سے مراد وہ آوازیں ہیں، جن کے ذریعے قومیں اپنی ضروریات اور مافی الضمیر کا اظہار کرتی ہیں۔

لفظ "نحو" کا مفہوم:

نور حسین قاسمی علم النحو کی اصطلاحی تعریف اور غرض و غایت کے متعلق لکھتے ہیں:

علم نحو کی جامع اصطلاحی تعریف وہ ہے جو صاحب ہدایۃ النحو نے کی ہے۔

علم باصول یعرف بها احوال اواخر الکلم الثلث من حیث الاعراب والبناء و کیفیة ترکیب بعضها من بعض۔والغرض منه صیانة الذهن عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب،موضوعه الکلمة و الکلام۔[11]

یعنی علم نحو ایسے قاعدوں کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ سے کلمات ثلثہ (اسم، فعل اور حرف) کی حالتیں معرب و مبنی ہونے کی حیثیت سے ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کی کیفیت معلوم ہو۔ واضح ہو کہ علم النحو کا دوسرا نام علم الاعراب ہے۔

علم نحو کی غرض یہ ہے کہ ذہن کو لفظی غلطیوں سے بچانا (کلام عرب میں گفتگو کرتے وقت یا کلمات کو باہم ملاتے وقت)۔ علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہیں۔اور بعضوں نے تمام مرکبات و مفردات کو بیان کیا ہے۔[12]

علم النحو یا علم الاعراب سے مراد جملے یا آیت میں کسی لفظ کی اعرابی حالت کو جاننا اور الفاظ کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کی کیفیت معلوم کرنا ہے۔ماہرین تفسیر کے نزدیک لغت اور صرف و نحو کا علم تفسیر کی بنیادی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں جو زبان استعمال ہوئی ہے اس کی فصاحت اور بلاغت کے نکتوں کو سمجھنے کے لئے اور بعض اوقات اس کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے کے لئے بالعموم کلام عرب کو سمجھنا ضروری ہے۔اس زمانہ کی عربی شاعری، خطبات، رسم ورواج اور طور طریقوں سے اگر واقفیت نہ ہو تو قرآن مجید کی بہت سی آیات کو سمجھنے میں مشکل پیش آسکتی ہے۔اس سے ہٹ کر کوئی اور طریقہ قرآن مجید کے اسالیب کو سمجھنے کا اختیار کیا جائے گا تو اس میں غلط فہمی اور غلط راستے پر چل پڑنے کے بہت سے امکانات باقی رہیں گے۔"[13]

امام راغب اصفہانی کے نزدیک آیت کے مفہوم کے لیے لغت و محاورات کی طرف رجوع ضروری ہے لیکن ان کے لیے عربی پر مہارت ضروری ہے۔لکھتے ہیں:

"اگر کسی آیت کے مفہوم پر کتاب و سنت اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے روشنی نہ پڑتی ہو تو پھر لغت و محاورات کی طرف رجوع ہو گا۔ کیونکہ قرآن فہمی کے سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔"[14]

تفسیر القرآن میں نحوی مباحث کی اہمیت بیان کرتے ہوئے نور الحق قاسمی لکھتے ہیں:

"علوم نحویہ و صرفیہ کی اہمیت کو بیان کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ علوم بنیاد بن رہے ہیں علوم قرآنیہ واحادیث نبویہ ﷺ، جیسے بے مثال عظیم المرتبت محل کے لئے۔یہ اس کی اہمیت اور فضیلت کا سب سے بڑا ثبوت ہے"۔[15]

مفسر کو علم اعراب (نحو) کے اسلحہ سے بخوبی آراستہ ہونا چاہیے تاکہ وجوہ کلام کا اختلاف اسے شک اور دھوکے میں نہ ڈال سکے۔کیونکہ اگر وہ مطالب کی توضیح کرنے میں زبان کی وضع سے باہر نکل گیا تو خواہ اس کا یہ اخراج حقیقت کے اعتبار سے ہو یا مجاز کے لحاظ سے بہر حال اس طرح پر اس کا تاویل کرنا کلام کو معطل (بیکار) بنا دینے کے برابر ہو گا۔[16]

تفسیر "ضیاءالقرآن" میں لغوی و نحوی مباحث اور خصوصیات و امتیازات

قرآن مجید کلام اللہ ہے اور اس کلام کو قیامت تک زندہ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کا انتخاب کیا۔ عربی زبان کی اہم ترین خصوصیات میں بڑی خصوصیت اس کی گرامر یعنی صرف و نحو ہے۔اس لیے یہ قرآن مجید کی تفسیر میں ایک اہم ماخذ ہے۔ صرف سے عربی الفاظ کی پہچان ہوتی ہے اور نحو سے عربی زبان کے جملوں کے اسباب معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کے اکثر مقامات پر صرفی و نحوی تحقیق ہی مکمل تفسیر بیان کر دیتے ہیں۔ مگر عربی صرف و نحو سے نابلد افراد کے لیے عربی کی یہ فصاحت و بلاغت واضح نہیں ہوتی اور بعض مقامات پر عربی گرامر کے ماہر افراد بھی باریکی میں نہیں جا پاتے۔ لیکن ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے صرف و نحو کے مشکل مقامات کو اس طرح حل کیا ہے کہ اس مقام پر صرف و نحو کے حوالے سے جو بلاغت تھی وہ واضح ہو گئی اور جو گرہ تھی وہ کھل گئی۔اس سلسلے میں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ لکھتے ہیں:

"جہاں کوئی لغوی، نحوی یا صرفی الجھن اور پیچیدگی نظر آئی۔ میں نے کوشش کی ہے کہ آئمہ فن کے مستند حوالوں اور اقوال سے اس کا حل پیش کر دوں تا کہ کوئی خلش باقی نہ رہے۔"[17]

"ضیاء القرآن" کی لغوی اور نحوی مباحث علوم اسلامیہ کے طالب علم کے لئے خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سیالوی (سابق صدر شعبہ عربی بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان) ضیاء القرآن کے اس امتیازی وصف پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

"ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے "ضیاء القرآن" تصنیف فرما کر نوجوان نسل خصوصاً طلباء پر احسان عظیم فرمایا ہے۔اس سے قبل ہمیں الفاظ قرآنی کی لغوی اور صرفی و نحوی تحقیق کے لئے مفردات امام راغب، القاموس، لسان العرب اور المحیط جیسی ضخیم کتب لغت کی ورق گردانی کرنی پڑتی تھی۔ لیکن مصنف ضیاء القرآن نے تحقیق کر کے اور فہرست کے ساتھ ان کا اضافہ کر کے ہم طلباء کے لئے آسانی فرما دی ہے۔"[18]

علم لغت اور علم الاعراب تفسیر کی بنیادی ضرورت ہے۔ تمام مفسرین نے حسب ضرورت علم لغت اور علم الاعراب سے استفادہ کیا ہے۔البتہ اردو تفاسیر میں لغوی و نحوی مباحث پر بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ لیکن پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اس کو بڑی اہمیت دی ہے۔اور لغوی و نحوی مباحث کے ذریعے زیادہ مستند اور قابل بھروسہ بنانے کی کوشش کی ہے۔

تفسیر "ضیاء القرآن" میں لغوی مباحث کی چند مثالیں اور اس کا اسلوب: (تحقیقی جائزہ)

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے تمام معتبر لغات مثلاً مفردات القرآن، لسان العرب، قاموس المحیط اور تاج العروس سے استدلال کیا ہے۔ ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے ہر جلد کے آخر میں تحقیقات لغویہ کے نام سے ان الفاظ کی فہرست دی ہے، جن پر مصنف نے بڑی باریک بینی سے تحقیق کی ہے اور اس کے ساتھ سورۃ کا نمبر اور حاشیہ نمبر بھی لکھا گیا ہے۔تا کہ ایک طالب علم آسانی کے ساتھ اسے تلاش کر سکے اور ان سے استفادہ کر سکے۔ان الفاظ کی کل تعداد تقریباً ۱۳۰۰ سے زائد ہے۔ان میں سے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۵ میں لفظ "توفی" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علم معانی کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ اگر کسی لفظ کا حقیقی معنی ہو اور دوسرا مجازی تو حقیقی معنی کو مجازی معنی پر ترجیح دی جائے گی۔ ہاں اگر کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جس کے ہوتے ہوئے حقیقی معنی متعذر ہو تو اس وقت معنی حقیقی کو ترک کر کے معنی مجازی مراد لیا جائے گا، لیکن اگر کوئی ایسے قوی قرائن موجود ہوں جو حقیقی معنی لینے کے ہی مؤید ہوں تو اس حالت میں حقیقی معنی کو ترک کر کے مجازی معنی مراد لینے پر اصرار کرنا تو الٹی گنگا بہانے کے مترادف ہے۔ اب آپ لفظ "توفی" کے معنی پر غور فرمایئے۔

تاج العروس میں لفظ "وفی" کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(وتوفاه) ای: لم یدع منه شیئا[19]- یعنی پورے کا پورا لے لیا اور اس سے کوئی چیز باقی نہ رہنے دی۔

امام ابی عبداللہ القرطبیؒ "الجامع الاحکام القرآن" میں لکھتے ہیں:

توفیت مالی من فلان ای قبضته[20]-

یعنی میں نے اس سے سارا مال واپس لے لیا۔ یہ تو ہے لفظ کا حقیقی معنی۔ ہاں یہ موت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے لیکن یہ اس کا مجازی معنی ہے۔

جیسے صاحب تاج العروس نے لکھا ہے:

(و) من المجاز :ادرکته (الوفاة) ، ای: (الموت) والمنیة وتوفی فلان: اذا مات (و توفاه الله) عز و جل : اذا (قبض) نفسه-[21]

اب آپ یہ خود فیصلہ فرمالیں کہ ایک لفظ کا حقیقی معنی ترک کر کے بغیر قرینہ کے اس سے مجازی معنی اخذ کرنے پر اصرار کرنا اس لفظ کے ساتھ کتنی بے جا زیادتی ہے۔ اور یہاں صرف اتنا ہی نہیں کہ مجازی معنی لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں بلکہ ایسے قوی قرائن موجود ہیں۔ جو اس لفظ کے حقیقی معنی لیے جانے پر دلالت کرتے ہیں۔ آپ پوچھیں گے کہ وہ کون سے ایسے قرائن ہیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ ایک تو اس آیت کا سیاق و سباق اس امر کا قوی قرینہ ہے۔ یہاں گفتگو نجران کے عیسائیوں سے ہو رہی ہے جو حضرت مسیحؑ کی الوہیت کے قائل تھے۔ مقصد کلام ہے اثبات توحید باری اور بطلان الوہیت مسیحؑ۔ اگر حضرت عیسیؑ مر چکے ہوتے تو کتنی سیدھی بات تھی کہ نجران کے عیسائیوں سے کہہ دیا جاتا کہ جن کو تم خدا مانتے ہو وہ تو مر چکے ہیں اور جو مر جائے کیا وہ بھی کہیں خدا بن سکتا ہے، لیکن قرآن کا اس اسلوب کو اختیار نہ کرنا بلکہ اس انداز کو اپنانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کی اس آیت کا مدعیٰ حضرت عیسیؑ کی موت کو بیان کرنا نہیں۔

دوسرا واضح قرینہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی ہے:

قال الحسن: قال رسول الله ﷺ للیهود :ان عیسیٰ لم یمت و انه راجع الیکم قبل یوم القیامة[22]-

رسول اللہ نے یہود کو فرمایا کہ عیسیؑ مرے نہیں اور قیامت سے پہلے وہ تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ ان تصریحات کی موجودگی میں حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے جمہور مفسرین اس حقیقی معنی کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

"{متوفیک} : ای مستوفی اجلک و مؤخرک الی اجلک المسمی ،عاصما ایاک عن قتلھم"-[23]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مقررہ مدت تک زندہ رکھے گا اور تمہیں قتل سے بچائے گا۔

"متوفیک ای مستوفی اجلک معناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار"-[24]

امام جریر لکھتے ہیں:

واولی الاقوال بالصحة عندنا قول من قال معنی ذلک انی قابضک من الارض و رافعک الی التواتر الاخبار من رسول اللہ ﷺ-[25]

یعنی میرے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے کہ اے عیسیٰؑ! میں تجھے زمین سے قبض کرنے والا ہوں، اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ کیونکہ حضور کریم ﷺ کی احادیث متواترہ سے یہی چیز ثابت ہے کہ "آپ کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا۔"[26]

سورۃ الروم آیت نمبر ۳۰ میں لفظ "فطرۃ" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عرب جب کسی کام پر کسی کو برانگیختہ کرتے ہیں تو فعل کو حذف کر دیتے ہیں اور اس کے مفعول کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ کلام میں اس طرح جو زور پیدا ہوتا ہے وہ اظہار فعل سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

یہاں بھی فطرت اللہ علیٰ سبیل الاغراء منصوب ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ الزموا فطرۃ اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی فطرت کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اس پر کاربند ہو جاؤ۔

فطرۃ کا وزن اور معنی خلقۃ ہے یعنی آفرینیشن اختراع۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فطرت اللہ کا معنی دین اسلام بیان فرمایا ہے:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: فطرۃ اللہ التی فطرالناس علیھا دین اللہ تعالیٰ -[27]

علامہ آلوسی نے اس آیت کا معنی ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

المراد لفطرھم علی دین الاسلام خلقھم قابلین لہ غیرنا بین عنہ ولا منکرین لہ لکونہ مجاو باللعقل مساوقا للنظرالصحیح-[28]

یعنی کیونکہ یہ دین عقل سلیم سے کلیۃ ہم آہنگ اور فہم صحیح کے عین مطابق ہے۔ اسی لئے فطری طور پر انسان نہ اس سے منہ موڑ سکتا ہے اور نہ اس کا انکار کر سکتا ہے۔ نیز انسانی فطرت کے جتنے تقاضے ہیں وہ جنسی ہوں، معاشی ہوں، اخلاقی ہوں، عقلی ہوں یا روحانی۔ یہ دین ہر قسم کے تقاضوں کو صحت مند انداز میں پورا کرتا ہے۔ جس کے باعث زندگی کا دامن سچی مسرت کے پھولوں سے بھر جاتا ہے اور ابدی سعادت کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا جاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کی خلافت کے منصب جلیلہ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جو صلاحیتیں اور استعدادیں اس کو ودیعت کی گئی ہیں۔ ان کی صحیح نشو و نما کا اہتمام صرف یہی دین کرتا ہے۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے اس مفہوم کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

قال النبی ﷺ: ما من مولود یولد الا علی الفطرة فابواه یهودانه او ینصرانه او یمجسانه کما تنتج البهیمة بهیمة جمعاء، هل تحسون فیها من جدعاء ؟[29]

یعنی حضور کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اسے یہودی بناتے ہیں یا عیسائی بناتے ہیں یا مجوسی بناتے ہیں۔ جس طرح جانور کا بچہ صحیح وسلامت پیدا ہوتا ہے بعد میں اس کے کان وغیرہ کاٹے جاتے ہیں۔"[30]

سورۃ سبا آیت نمبر ۵ میں "معٰجزین" کی تحقیق کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"معٰجزین" کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کو مغلوب کردے اور اس سے آگے بڑھ جائے تو عربی میں کہا جاتا ہے عاجزۃ واعجزہ اذا غالبہ وسبقہ۔[31]

علامہ راغب اصفہانی اس کے ضمن میں لکھتے ہیں:

اعجزت فلاناً و عجزته وعاجزته جعلته عاجزاً۔[32] یعنی کسی کو عاجز کردینا۔

علامہ ابن حیان فرماتے ہیں:

ای معجزین قدرہ اللہ تعالیٰ فی زعمھم۔[33] یعنی اپنے گمان کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو عاجز کردینا چاہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے میں نے اس کا ترجمہ "ہرا دینا" کیا ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم بار بار اس امر کا اعلان کررہے ہیں کہ قیامت آئے گی۔ انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان کے اعمال کے بارے میں ان سے باز پرس ہوگی۔ لیکن یہ لوگ ان آیتوں کو جھٹلانے میں کوشاں ہیں اور اس پر طرح طرح کی بے معنی حجت بازیاں کرتے ہیں اور اپنی طرف سے عقلی ونقلی دلائل کے انبار لگاتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اپنا ارادہ بدل دیں گے اور قیامت برپا کرنے کا فیصلہ منسوخ کردیں گے۔ یہ محض ان کی طفل تسلیاں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہمارا یہ فیصلہ قطعی ہے اور ہماری حکمت بالغہ کا یہ تقاضا ہے کہ قیامت قائم ہو۔ نیکوں کو ان کی نیکیوں کا اجر ملے اور سرکش اپنے کرتوتوں کی سزا پائیں۔ اس فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا اور نہ ہمیں اس کو عملی جامہ پہنانے سے کوئی باز رکھ سکتا ہے۔[34]

سورۃ النجم، آیت نمبر ۳۵ میں لفظ "اکدی" کی وضاحت کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

الکدیة صلابة فی الارض، یقال حفر فاکدیٰ اذا وصل الی کدیة، و استعیر ذلك للطالب المخفق والمعطی المقل۔[35]

ترجمہ: زمین کھودتے ہوئے اگر پتھریلی تہہ آجائے تو عرب کہتے ہیں "حفر فاکدیٰ" اس نے زمین کھودی اور نیچے سے چٹان نکل آئی۔ بطور استعارہ ناکام طلبگار اور تھوڑا دینے والے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

علامہ فیروزآبادی قاموس میں لکھتے ہیں۔

اکدیٰ : بخل اوقل خیرہ اوقل عطائه-[36]یعنی بخل کرنا کسی کی بھلائی کا کم ہونا، کسی کی عطا کا قلیل ہونا۔[37]

سورۃ مریم، آیت نمبر ۲۷ میں لفظ "فریًا" کی تشریح کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں۔

لفظ "فریًا" کی تحقیق کرتے ہوئے صاحب تاج العروس لکھتے ہیں۔

الفری - (کغنی: الامر المختلق المصنوع، او العظیم)، نقلها الجوهری او العجیب، نقله الراغب-[38]

یعنی فری جو غنی کا ہم وزن ہے جوہری نے اس کے دو معنی ذکر کیے ہیں۔المختلق المصنوع۔[39]یعنی گھڑا ہوا بناوٹی اور العظیم بہت بڑا۔

امام راغب نے اس کا معنی عجیب، حیران کن کیا ہے۔[40]لیکن علامہ ابن حیان اندلسی نے اس کا معنی العظیم الشنیع بتایا ہے۔یعنی بہت قبیح فعل ہے۔[41] علامہ آلوسی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

انه یستعمل فی العظیم من الامر شرا او خیرا قولا او فعلا [42]یعنی ہر بڑے کام کے لئے خواہ وہ برا ہو یا اچھا، قول ہو یا فعل۔

یہ لفظ (فری) استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ وضاحت مذکورہ بالا سب معانی پر حاوی ہے۔اور موقع کے بھی مناسب ہے۔اس لیے ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔"[43]

لغوی بحث میں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے معنی اخذ کرنے کا اصول ذکر کرتے ہیں۔کتب لغات سے استشہاد کرتے ہوئے لغوی مفہوم کو واضح کرتے ہیں اور دلیل کے طور پر مفسرین کی آراء کو بھی شامل کرتے ہیں۔بوقت ضرورت حدیث مبارکہ کو بھی دلیل کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔بعض مقامات پر اپنی رائے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔یا صرف کسی ایک ماہر لغت یا مفسر کی رائے کو ہی کافی خیال کرتے ہیں۔حتمی رائے قائم کرنے سے قبل مذکورہ دلیل کو سامنے رکھتے ہوئے عقلی دلائل بھی دیتے ہیں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے زیادہ تر تاج العروس، مفردات القرآن، اور لسان العرب سے استشہاد کیا ہے۔کتب تفاسیر میں آپؒ کی ترجیح علامہ قرطبیؒ کی احکام القرآن، ابو حیان کی البحر المحیط اور علامہ آلوسیؒ کی روح المعانی رہی ہیں۔بلاشبہ لغوی تحقیق تفسیر ضیاء القرآن کا ایک نمایاں وصف ہے۔جس سے بہت سی الجھنیں دور ہو جاتی ہیں اور مفہوم واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔

"ضیاء القرآن" کی نحوی مباحث اور اس کا اسلوب: (تحقیقی جائزہ)

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے ضیاء القرآن میں لغوی تحقیق کے ساتھ ساتھ نحوی تحقیق کے طالب علموں کے لئے آسانی کر دی ہے۔آپؒ نے ہر جلد کے آخر میں ان کی تفصیل، سورۃ کا نمبر اور حاشیہ نمبر کے ساتھ درج کی ہے۔جس میں مطالعہ کے دوران کسی بھی الجھن کو سمجھنے کے لئے فوری رہنمائی مل جاتی ہے۔ضیاء القرآن میں نحوی تحقیقات کی تعداد ۱۳۰ ہے۔

نحوی تحقیق کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۹ میں "سقایۃ" اور "عمارۃ" کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میدان بدر میں جب (حضرت) عباس اسیر ہوئے تو کسی نے ان کو اسلام قبول نہ کرنے پر ملامت کی۔انہوں نے کہا۔اگر تمہیں اسلام لانے

اور جہاد کرنے پر فخر ہے، تو ہم بھی تم سے کم نہیں۔ مسجد حرام کی آبادی، کعبہ کی خدمت گزاری اور حجاج کو پانی پلانے کی عزت تو ہمیں ہی حاصل ہے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ شرک کی موجودگی میں تمہاری یہ باتیں ان لوگوں کے اعمال کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کا سکہ جمانے کے لئے سر بکف میدان جہاد میں آموجود ہوتے ہیں۔ الفاظ آیت "سقایۃ" اور "عمارۃ" مصدر ہیں۔ اگر یہ اسم فاعل کے معنی میں یہاں مستعمل ہوں تو کلام میں کسی لفظ کو مقدر ماننے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ معنی ہوگا کہ حاجیوں کو پانی پلانے والا اور مسجد کو آباد کرنے والا اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور جہاد کرے اور اگر مصدر اپنے مصدری معنی میں ہی مستعمل ہو تو پھر کلام میں حذف ماننا پڑے گا اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو مشبہ میں مخذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام ہو گی۔

اجعلتم اھل سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام اور یا مشبہ بہ میں مخذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام ہو گی۔ اجعلتم سقایہ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کایمان من آمن باللہ وجھاد من جاھد۔[44]، [45]، [46]، [47]۔

سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۶۳ میں "ان" اور "ھٰذان" کی نحوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہاں ایک نحوی الجھن ہے۔ جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ ان "ان" کا مخفف ہے جو اسم کو نصب دیتا ہے، اس لئے آیت یوں ہونی چاہیے تھی۔ ان ھٰذین لساحران۔ لیکن یہاں ھٰذان مرفوع ہے جو نحوی قاعدہ کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ علماء کرام نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔ ان میں سے چند پیش خدمت ہیں۔

کوفیوں کے نزدیک یہ ان "ان" کا مخفف نہیں بلکہ نافیہ ہے اور ساحران پر جو لام ہے وہ الا کے معنی میں ہے۔ اب عبارت یوں ہو گی۔ ما ھٰذان الا ساحران۔

مبرد اور اخفش جو نحو کے مسلم امام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہاں ان حروف ناصبہ میں سے نہیں بلکہ نعم (ہاں) کا ہم معنی ہے۔ عرب خطباء کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنے خطبوں کا آغاز "نعم" سے کیا کرتے۔ تیسرا جواب جس کو تمام علماء نحو و لغت اور تفسیر نے پسند کیا ہے وہ یہ ہے کہ عرب کے بعض قبائل تثنیہ کو رفعی، نصبی اور جری حالت میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ جیسے:

ان اباھا وابا اباھا

قد بلغا فی المجد غایتاھا

بنی الحرث بن کعب، زہیر، خشعم، کنانہ، سب تثنیہ کو الف کے ساتھ پڑھتے۔[48]

علامہ قرطبیؒ نے اسے "ھٰذا القول احسن ماحملت علیہ الآیۃ"[49] کہا ہے۔ علامہ ابن حیان نے "والذی نختارہ"[50] (وہ جواب جو پسند ہے) سے اس آیت کا آغاز کیا ہے۔ علامہ آلوسی نے اسے "اجود الوجوہ واوجھھا"[51] یعنی سب سے عمدہ توجیہ کہا ہے۔ اس آیت کے ضمن میں چند روایات ایسی ذکر کی گئی ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کاتبوں کی غلطی سے ھٰذین کی جگہ ھٰذان لکھا گیا ہے۔ اور ان روایات کی نسبت حضرات

عائشہ رضی اللہ عنہا، عثمان رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف کی گئی ہے۔
علامہ آلوسی نے ان میں سے ہر ایک روایت پر بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے۔ کہ میری رائے یہ ہے کہ تمام وہ روایات جو قرات متواترہ کے خلاف ہیں۔ سب ضعیف ہیں۔

والطعن فی الروایة اهون بکثیر من الطعن بالائمة الذین تلقوا القران العظیم الذی وصل الینا بالتواتر من النبی ﷺ ولم یالو جهدا فی اتقانه و حفظه-[52]،[53]-

سورۃ مریم آیت ۲۹ میں "کان" کی نحوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
انہوں نے کہا کہ مریم تو ہمارے ساتھ مذاق کرتی ہے۔ خود تو گم سم ہو کر بیٹھی ہے اور ہمیں اس شیر خوار بچے سے گفتگو کرنے کو کہتی ہے جو ابھی جھولے میں جھول رہا ہے۔ ہم اس سے کیسے بات کر سکتے ہیں۔ آیت میں "کان" کا لفظ تحقیق طلب ہے۔ کیونکہ وہ حضرات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کے قائل نہیں۔ انہیں اس سے بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس لیے یہاں اس کا مفہوم اچھی طرح ذہن نشیں فرما لیجیے تاکہ آگے جب ان کی غلط فہمی کا تذکرہ آئے تو آپ کو کسی قسم کی تشویش لاحق نہ ہو۔
"کان" فعل ناقص ہے۔ اور ماضی کا صیغہ ہے جو گزشتہ زمانہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح آیت کا معنی یوں ہو گا کہ ہم اس سے کیسے بات کریں جو گزشتہ زمانے میں پنگھوڑے میں بچہ تھا۔ یہ معنی کسی طرح پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے علماء اسلام طاب اللہ ثراھم نے اس آیت کے ضمن میں بڑی مفید بحث کی ہے۔
ابو عبیدہ (امام نحو و ادب) نے کہا ہے کہ یہاں کان زائدہ ہے اور محض تاکید کا فائدہ دیتا ہے اور کسی زمانہ پر دلالت نہیں کرتا۔

"کان زائدة لمجرد التاکید من غیر دلالة علی الزمان"[54]

بعض نے کہا ہے کہ یہ تامہ ہے۔ ان دونوں صورتوں پر اعراض وارد ہوتا ہے کہ اگر "کان" زائدہ ہوتا تو "صبیاً" خبر کو کیسے نصب دیتا اور اگر "کان" تامہ تھا تو اسے خبر کی ضرورت ہی نہ تھی۔ حالانکہ یہاں "صبیاً" خبر مذکور ہے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ صبیاً خبر نہیں بلکہ حال ہے اور اسی وجہ سے منصوب ہے۔
علامہ ابن حیان اندلسی یہ لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:
"کان" ناقصہ ہے اور "صبیاً" اس کی خبر ہے اور کان زمانہ ماضی پر دلالت کرنے کے ساتھ زمانہ حال میں اس کے پائے جانے کی نفی نہیں بلکہ یہ بتاتا ہے کہ زمانہ ماضی میں پائے جانے کے ساتھ ساتھ وہ فعل زمانہ حال میں بھی بدستور پایا جا رہا ہے جیسے: کان اللہ غفوراً رحیما۔[55] کہ پہلے بھی اللہ تعالیٰ غفور و رحیم تھا اور اب بھی ہے۔ یا جیسے: ولا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ۔[56] زنا کے قریب تک بھی نہ جاؤ۔ یہ پہلے بھی بے حیائی کا کام تھا اور اب بھی ہے۔ یہ نہیں کہ گزشتہ زمانہ میں تو زنا فحش و قبیح تھا اور اب نہیں ہے۔ والظاهر انها ناقصة فتکون بمعنی صارا و تبقی علی مدلولها من اقتران مضمون الجملة بالزمان الماضی ولا یدل ذلک علی الانقطاع کما لم یدل فی قوله "و کان الله

غفوراً رحیماً"و فی قوله "ولا تقربو الزنی انه کان فاحشة۔ "والمعنی کان و هوالان علی ما "کان" و لذلک عبر بعض اصحابنا ان کان هذا بانها ترادف لم یزل۔[57]،[58]

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۸ میں "لمن نرید له" کی نحوی تحقیق کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

آیت کی ترکیب سے اس کا صحیح مفہوم ذہن نشیں ہو گا لمن نرید بدل بعض ہے۔ اس کا مبدل منہ ہے جس کا مرجع "من" ہے۔ جو ابتداء آیت میں ہے۔ "من" اور "له" صورۃً اگرچہ واحد ہیں لیکن معنیً جمع ہیں۔

چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

و تقدیره لمن نرید تعجیله منهم والضمیر راجع الی من وهي موصولة او شرطية و علی التقديرين هي منبهة عن الكثرة فهو بدل بعض من کل۔[59]

علامہ ثناءاللہ رقمطراز ہیں۔

ذلک (لمن نرید) بدل من له بدل البعض قید به انه لا یجد کل ممن معناه۔ [60]،[61]

المائدہ آیت ۷۱ میں "ثم عموا وصموا کثیرا منهم" کی نحوی تحقیق کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

یہاں ایک چیز حل طلب ہے، نحو کا قاعدہ ہے کہ فاعل ظاہر ہو تو خواہ وہ جمع ہی کیوں نہ ہو، فعل واحد ذکر کیا جاتا ہے۔ یہاں "کثیر" فاعل ظاہر ہے۔ اس کے باوجود "عموا" اور "صموا" فعل جمع ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ "کثیر" فاعل نہیں بلکہ "واو" علامت جمع اور ضمیر فاعل ہے اور کثیر اس کا بدل ہے۔ فارتفع (کثیر) علی البدل من الواو۔[62]

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عرب کی ایک لغت میں ایسے موقع پر بھی فعل کا جمع کا صیغہ مستعمل ہوتا رہتا ہے۔ جیسے اکلونی البراغیث یا جیسے فرزدق کا شعر ہے۔

ولکن دیا فی ابوه و امه
بحوران یعصرن السلیط اقاربة[63]

یہاں اقاربہ فاعل ہے پھر بھی "یعصرن" جمع مؤنث ذکر ہوا۔"[64]

نحوی بحث میں تفسیر ضیاءالقرآن کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے تحقیق طلب لفظ کی جملہ میں حیثیت کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے متعلق علم الاعراب کے ماہرین کی آراء نقل کرتے ہیں، اس کی تائید کے لئے بعض اوقات حدیث مبارکہ یا آیات قرآنی سے استشہاد کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات اپنے رائے سے ہی نحوی ترکیب بیان کرنے کے بعد اصل مفہوم کی وضاحت کر دیتے ہیں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لغوی و نحوی مباحث میں بڑی محنت سے مشکل مقامات کو حل کیا ہے۔ مشکل اور دقیق لغوی و نحوی گرہیں اس انداز میں کھولی ہیں کہ اس انداز بیان سے قاری بآسانی استفادہ کر لیتا ہے۔

لغوی و نحوی بحث تمام قارئین کے لئے یکساں افادیت نہیں رکھتی۔ بعض مقامات پر جب بحث طویل ہوتی ہے تو عام قاری جو پہلے ہی عربی فہم نہ ہونے کی بنا پر استفادہ نہیں کر پا رہا تھا۔ الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ ایسی کمزوری نہیں جس کی بنا پر اس اہم کام کو نظر انداز کر دیا جائے۔

خلاصہ بحث

قرآن مجید کلام اللہ ہے اور اس کلام کو قیامت تک زندہ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کا انتخاب کیا۔ عربی زبان کی اہم ترین خصوصیات میں بڑی خصوصیت اس کی گرامر یعنی صرف و نحو ہے۔ اس لیے قرآن مجید کی تفسیر میں ایک اہم ماخذ لغات و اعراب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قرآن مجید کی تفسیر و تشریح کے دوران اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ لغوی و نحوی مباحث کا قرآن فہمی سے کتنا گہرا تعلق ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر قابل ذکر مفسر اپنی کتاب میں مفرد الفاظ کی لغوی تشریح اور مرکب الفاظ میں نحوی بحث کو ضروری سمجھتا ہے۔ لغات و اعراب سے قرآن مجید سے ایک براہ راست تعلق پیدا ہوتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں عربی فہم نہ ہونے یا کم ہونے کی وجہ سے اردو مفسرین لغوی و نحوی بحث پر بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ لیکن پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اس پر خاص توجہ دی ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ قرآن مجید میں موجود مشکل اور دقیق الفاظ کی لغوی تحقیق کرتے ہیں۔ بڑے ماہرین لغت کے اقوال سے استشہاد کرتے ہیں اور اسے سادہ اور آسان بنا کر پیش کرتے ہیں۔ علم النحو پر بھی پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کو بڑی دسترس حاصل ہے۔ آپؒ نے نحوی مسائل پر معتبر مفسرین بالخصوص قرطبیؒ اور بیضاوی سے استشہاد کیا ہے۔ اور مشکل مسائل کو اس انداز سے حل کیا ہے کہ اس سے صرف و نحو کے حوالے سے جو بلاغت تھی وہ واضح ہو گئی اور قاری کیلئے اس کا مفہوم آسانی سے ذہن نشین ہو گیا۔

مصادر و مراجع/حواشی و حوالہ جات

[1] صارم، عبدالصمد۔ تاریخ التفسیر۔ میر محمد کتب خانہ، کراچی۔ ۱۳۵۵ھ۔ ص:۸۔

[2] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر۔ محاضرات قرآنی۔ الفیصل ناشران، لاہور۔ ۲۰۰۹ء۔ ص:۱۹۴۔

[3] سعیدی، غلام رسول۔ تبیان القرآن۔ لاہور: فرید بک سٹال الطبع عشر، 2010۔ ج 1۔ ص 128۔

[4] https://www.erfan.ir/urdu/41198.html

[5] احمد بخش، حافظ۔ ضیاء الامت کا خاندانی پس منظر اور دور طاب علمی۔ مشمولہ: ضیاء الامت نمبر۔ بھیرہ، اسلام آباد۔ ادارہ ضیائے حرم۔ ص 19 تا 35۔

[6] احمد بخش، حافظ۔ جمال کرم۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ مارچ ۲۰۰۳ء۔ ج ۲۔ ص ۶۔

[7] ایضاً۔ ج ۲۔ ص ۲۱، ۲۲۔

[8] ہاشمی، طالب مولانا۔ تفسیر ضیاء القرآن طالب ہاشمی کی نظر میں۔ مشمولہ: تجلیات ضیاء الامتؒ۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور۔ فروری ۲۰۰۶ء۔ ص:۲۸۸۔

[9] زبیدی، محمد مرتضیٰ، سید، الحسینی۔ تاج العروس۔ مطبوعہ حکومت۔ الکویت: ۱۴۲۲ھ۔ ج ۳۹۔ ص: ۴۶۲۔

[10] کیرانوی، وحید الزمان، قاسمی۔ القاموس الوحید۔ ادارہ اسلامیات، کراچی۔ ۲۰۰۱ء۔ ص ۱۴۸۱۔

[11] قاسمی، محمد نور حسین۔ مسائل النحو والصرف۔ دار الاشاعت، کراچی۔ ۲۰۰۹ء۔ ص: ۳۹۔

[12] ایضاً۔ ص:۳۹۔

[13] محاضرات قرآنی۔ ص:۱۷۶۔

[14] اصفہانی، امام راغب۔ مفردات القرآن۔ ترجمہ: محمد عبدہ فیروز پوری۔ شیخ شمس الحق، لاہور۔ س،ن۔ ج ا۔ ص:۱۵۔

[15] مسائل النحو والصرف۔ ص:۲۸۔

[16] سیوطی، جلال الدین۔ الاتقان فی علوم القرآن۔ کراچی: دارالاشاعت۔ ۲۰۰۸ء۔ ج ۲۔ ص ۳۷۳۔

[17] تفسیر ضیاءالقرآن۔ ج ا۔ ص:۲۱۱۔

[18] جمال کرم۔ ج ۲۔ ص:۳۰۔

[19] علامہ زبیدی۔ تاج العروس۔ ج ۴۰۔ ص:۲۲۰۔

[20] القرطبّی، عبداللہ محمد بن احمد، انصاری۔ الجامع احکام القرآن۔ تحقیق: احمد البردونی وابراہیم اطفیش۔ دار الکتب المصریہ، القاہرہ۔ ج ۴۔ ص ۱۰۰۔

[21] علامہ زبیدی۔ تاج العروس۔ ج ۴۰۔ ص:۲۲۰۔

[22] الرازی، ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس، ابو محمد۔ تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم۔ تحقیق: اسعد محمد الطیب۔ سعودیہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز تھ ۱۴۱۹ھ۔ طبع سوم۔ حدیث نمبر/ رقم الحدیث ۶۲۳۲۔ ج ۴۔ ص:۱۱۱۰۔

[23] البیضاوی، عبداللہ بن عمر، ابو سعید۔ انوار التنزیل و اسرار التأویل۔ تحقیق: محمد عبدالرحمن المرعشیلی۔ (طبع اول) ۔ بیروت ۔لبنان، دار احیاء التراث العربی۔ ج ۲۔ ص:۱۹۔

[24] الزمخشری، محمود بن عمرو، ابوالقاسم، الکشاف عن حقائق غوارض التنزیل۔ (طبع سوم) بیروت۔ لبنان، دارالکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔ ج ا۔ ص:۳۶۶۔

[25] الطبری، ابن جریر، احمد بن جریر بن یزید، ابو جعفر۔ جامع البیان فی تأویل القرآن (تفسیر الطبری) تحقیق: احمد بن شاکر۔ (طبع اول) ۔ بیروت: لبنان، موئسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ۔ ۱۴۱۱۵ء۔ ج ۶۔ ص:۴۵۸۔

[26] ضیاءالقرآن۔ ج ا۔ ص:۲۳۵۔

[27] الآلوسی، شہاب الدین محمد بن عبداللہ۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی۔ تحقیق: علی عبدالباری عطیہ۔ (طبع اول) بیروت: لبنان، دار الکتب العلمیۃ۔ ۱۴۱۵ھ۔ ج ۱۱۔ ص ۴۱، ۴۰۔

[28] ایضاً۔ ج ۱۱۔ ص ۴۱۔

[29] البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، صحیح البخاری۔ ترجمہ: ظہور الباری اعظمی۔ دارالاشاعت، کراچی۔ نومبر ۲۰۰۶ء۔ کتاب الجنائز، باب: اذا اسلم الصبی فمات لعل یصلی علیہ... حدیث نمبر ۱۲۶۸۔

[30] ضیاءالقرآن۔ ج ۳۔ ص: ۵۷۲۔

[31] القرطبّی۔ الجامع احکام القرآن۔ ج ۱۴۔ ص:۲۶۱۔

[32] اصفہانی، حسین بن محمد، راغب اصفہانی، ابو قاسم۔ المفردات فی غریب القرآن۔ تحقیق: سید محمد کیلانی۔ (طبع اول) ۔ بیروت: لبنان، دارالمعرفہ، س۔ن۔ ص:۳۲۲۔

[33] اندلسی، ابن حیان،، محمد بن یوسف بن علی،۔ البحر المحیط فی التفسیر۔ تحقیق: صدقی محمد جمیل۔ بیروت۔ لبنان، دار الفکر، ۱۴۲۰ھ۔ ج ۸۔ ص ۵۲۰۔

[34] ضیاءالقرآن۔ج ۴۔ص ۱۱۱۔
[35] اصفہانی، امام راغب۔المفردات فی غریب القرآن۔ص:۴۲۸۔
[36] قاموس: فیروزآبادی، مجدالدین، محمد بن یعقوب۔القاموس المحیط۔تحقیق: مکتب تحقیق التراث فی مؤسسۃ الرسالۃ متحت ایستراف محمد نعیم العرقوسی۔(طبع ہفتم) ۔لبنان: بیروت مؤسسۃ الرسالۃ۔(۱۴۲۶ھ، ۲۰۰۵ء) ۔ص ۱۳۲۷، ۱۳۲۸۔
[37] ضیاءالقرآن۔ج ۵۔ص ۳۴۔
[38] تاج العروس۔ج ۳۹۔ص ۲۳۱۔
[39] جوہری: اسماعیل بن حماد، ابو نصر۔الصحاح تاج اللغۃ صحاح العربیہ۔تحقیق: احمد بن عبدالغفور عطاء۔(طبع چہارم) ۔لبنان: بیروت دار العلم للملایین۔(۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء)۔ج ۶۔ص: ۲۴۵۴۔
[40] اصفہانی، امام اغب۔المفردات فی غریب القرآن۔ص:۶۳۵۔
[41] اندلسی، ابن حیان۔البحر المحیط فی التفسیر۔ج ۷۔ص ۲۵۷۔
[42] آلوسی، شہاب الدین۔روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی۔ج ۸۔ص:۴۰۶۔
[43] ضیاءالقرآن۔ج ۳۔ص:۶۷۔
[44] مظہری: محمد ثناءاللہ۔التفسیر المظہری۔تحقیق: غلام نبی تونسی۔لبنان: بیروت، داراحیاء التراث العربی۔(۱۴۱۲ھ) ۔ج ۴۔ص:۱۸۳۔
[45] قرطبی۔الجامع احکام القرآن۔ج ۸۔ص:۹۱۔
[46] بیضاوی، عبداللہ بن عمر، ابوسعید۔انوار التنزیل واسرار التاویل۔ج ۳۔ص:۷۵۔
[47] ضیاءالقرآن۔ج ۲۔ص:۱۸۷۔
[48] قرطبی۔الجامع احکام القرآن۔ج ۱۱۔ص:۲۱۷۔
[49] ایضاً۔ج ۱۱۔ص: ۲۱۷۔
[50] اندلسی، ابن حیان،، محمد بن یوسف بن علی۔البحر المحیط فی التفسیر۔تحقیق: صدقی محمد جمیل۔ج ۷۔ص:۳۵۰۔
[51] الاآلوسی، شہاب الدین محمد بن عبداللہ۔روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی۔تحقیق: علی عبدالباری عطیہ۔ج ۸۔ص:۵۳۵۔
[52] ایضاً۔ج ۸۔ص:۵۳۵۔
[53] ضیاءاقرآن۔ج ۳۔ص:۱۱۹۔
[54] الاآلوسی، روح المعانی۔ج ۸۔ص:۴۰۷۔
[55] الفرقان: ۷۰۔
[56] بنی اسرائیل:۳۲۔
[57] اندلسی، ابن حیان۔بحر المحیط: ج ۷۔ص ۲۵۸۔
[58] ضیاءالقرآن۔ج ۳۔ص:۷۷، ۷۸۔

[59] آلوسی۔روح المعانی۔ج۸۔ص:۴۴۔

[60] مظہری۔ تفسیر مظہری۔ج۱۔ص: ۲۱۴۶۔

[61] ضیاءالقرآن۔ج۲۔ص: ۶۴۷،۶۴۸۔

[62] القرطبیؒ۔الجامع احکام القرآن۔ج۶۔ص:۲۴۸۔

[63] ایضاً۔ج۶۔ص:۲۴۸۔

[64] ضیاءالقرآن۔ج۱۔ص:۴۹۵۔

References

1- AL-QURAN.
2- Anvar ul Tanzeel o Israar ul Taveel. Abdullah bin Umar Al-Bizavi. Beirut Dar e Ahya ul taras ul Arabi.
3- Al-Kashaf. Mahmood bin Amar Zimakhshri. Beirut: Dar ul Kitab Al-Arabi. 1407 AH.
4- Alqmoos ul Waheed. Waheed uz Zaman Qasmi kiranvi. Karachi: Idarai Islamiyat. 2001.
5- AL-Bahr ul Muheet Pil Tafseer. Muhammad bin Yousaf ibn hayyan undlasi. Beirut: Dar ul Fikar. 1420AH.
6- Al-Sihah. Ismail bin Hammad Johari. Beirut. Dar ul Ilam Lil Malayen. 1407AH.
7- AL Itqan Pi Uloomil Quran. Jalal ud Din Soyuti. Karachi: Dara ul Ishaat. 2008.
8- Al-Jami li Ahkam ul Quran. Abdullah Muhammad bin Ahamd Al-Qurtabi. Qaihira: Dar ul Kutub Al-Misriya.
9- Al-Tafseer ul Mazhari. Muhammad Sanaullah Mazhari. Beirut: Dar e Ihya itirasi Al-Arabi. 1412AH.
10- Jami ul Bayan pi Taveel ul Quran. Ahmad bin jareer Tibri. Beirut: Moasassata Al-Risala. 1415-1420AH.
11- Jamal e Karam. Hafiz Ahmad Bakhsh. Lahore: Zial ul Quran publications. March 2003.
12- Masaili Annaho Wassarap. Muhammad Noor Hussain Qasmi. Karachi: Darul Ishaat. 2009.
13- Mufradat ul Quran. Imam Raghib Aspahani. Lahore:
14- Muhazarat e Qurani. Dr. Mahmood Ahmad Ghazi. Lahore: Alfaisal Nashiran. 2009.
15- Rooh ul Maani. Muhammad bin Abdullah Aalosi. Beirut: Dar ul kutub AL-Ilmia. 1415AH.
16- Sahih Al-Bukhari. Muhammad bin Ismail Bukhari. Karachi: Dar ul Ishaat. Nov 2009.
17- Tarikh ul Tafseer. Abdussamad, Sarim. Karachi: Meer Muhammad Kutub Khana, 1355AH.
18- Tibyan ul Quran. Ghulam Rasool Saeedi. Lahore: Fareed book stall. 2010.
19- Tafseer Zia ul Quran Talib Hashmi Ki Nazar Mein. Mulana Talib Hashmi. Lahore: Zial ul Quran publications. Feb 2006.
20- Taaj ul Uroos. Muhammad Murtaza Zubaidi Al Hussaini. Kuwait: 1422 AH.
21- Tafsser Zia ul Quran. Pir karam shah Alzehri.
22- Tafseer ul Quran ul Azeem. Abdur Rahman ibni Abi Hatim Alrazi. Saudi Arabia: Maktaba Nizari Mustafa Albaz. 1419AH.
23- Zia ul Ummat Ka Khanadani Pasi Manzar Aur Doori Talibi Ilmi. Hafiz Ahmad Bakhsh. Bheera Islamabad: Idara Zia e Haram.